ارتقا

اک کدورت ہے مجھے دعویٰءعرفانی سے
جاں نکلتی ہے مری قصہء وجدانی سے
آب و ِگل ، سنگ و ہوا ، سبزہ و گُل اور گرمی
ان کو رد کرتا ہے صوفی عجب آسانی سے
مادّہ روح ہے ، جسکا دم و اعجازِ بیاں
کردے ایجاد گُہر قطرہء نیسانی سے
جو گذرگاہِ نفَس حاضر و ناظر دیکھی
اسکی بنیاد و حقیقت ہے یہاں پانی سے
جستجو اور ہے تحقیقِ رسا شرطِ علوم
علمِ دنیا نہیں آتا کبھی آسانی سے
وجد و عرفان کے دعووں سے کنارہ کرکے
ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کیجئے ربّانی سے
جنگل و وادی و کہسارِ جہاں شاد رہیں
دامن انکا نہ جلے غارتِ انسانی سے
ہوں نہ آثارِ جہانی کہیں معدوم و خراب
ہم نہ محروم ہوں اس دولتِ لاثانی سے

کیجیے صرفہء آدم سے مبارز طلبی
گر وغا ہو تو فقط فطرتِ انسانی سے
کیجیے عشق یہاں آبِ رواں سے ہر دم
ہو محبت تو فقط جنگلِ بارانی سے
گلشن و گُل ہیں سبھی رابطہء قلبِ زمین
عشق گر ہو تو اسی کرہّء لافانی سے
کیجیے اس میں تلاشِ صفتِ شرحِ حیات
دیکھیے اسکی طرف جذبہء حیرانی سے
مادّی دنیا ہے اسرارِ جہانی کا ثبوت
موت گھبراتی ہے اس دائرہء فانی سے
اس تعجُّب گہِ ارضی سے نہ برتیں غفلت
صورتیں کتنی بنیں صورتِ انجانی سے
گرمیء قلبِ فلک قوتِ انفاس بنی
زندگی جوش میں آئی اسی جولانی سے
ارتقا نے جسے اشکال کروڑوں بخشیں
وقت نے جسکو رکھا عین نگہبانی سے

جنتِ ارض تھی اک روز کتابِ قرآں
آئتیں لاکھ اُٹھیں صفحہء قرآنی سے
اب لرزتی ہے زمیں نوعِ بشر سے ہر دم
جی بہت بھر گیا اس ارض کا مہمانی سے
یہ جہاں آئینہء فطرتِ آفاقی تھا
مظہرِ ارض نہ بپھریں غمِ طوفانی سے
آب وہ آب کہ اب سر سے گذر جائے گا
باد وہ باد جو درّائے گی طُغیانی سے
انتباہاتِ قیامت ہوئے سب درج یہاں
خامہ کس کا یوں لکھے گا غمِ پنہانی سے
گلشنِ فکر سجایا ہے جو وارِدؔ نے یہاں
تنہا اسکی ہے وغا ارض کی ویرانی سے

ع ز وارِدؔ

24 July 2010

England